

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کے درج ذیل استفتا اور فتویٰ صحیح ہیں یا نہیں؟

کیا مستفتی کا پیشکردہ عذر اس کی عدم تکفیر کا سبب بن سکتا ہے یا نہیں؟

کیا فتوے میں مفتی صاحب کی پیشکردہ دلیل صحیح ہے یا نہیں؟

اگر فتویٰ غلط ہے تو مستفتی پر صحیح شرعی حکم کیا ہوگا؟

اور غلط فتویٰ دینے والے مفتی صاحب پر شرعی حکم کیا ہوگا؟

بینوا تو جروا

عبدالقادر قادری

صحیح فتویٰ

ائمہ حق اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا موقف تکفیرِ مسلم سے تاحد امکان اجتناب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ
فیس بک وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ علمائے ایک فتوے کے ذریعہ مجھے دائرۃ اسلام سے خارج کر دیا ہے اور
لیبل میں میری تقریر کا ایک نام مکمل حصہ پیش کیا ہے فتوے کی نقل مع استغاثہ یہ ہے:

۷۸۶/۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تقریر میں کہا
[رام کو کس طرح لوگوں نے سمجھا، یہ سمجھا میں نے بحیثیت ASA (ایسے) مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، شری
رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر و بود ہے، ان کا گیر سنز اتنا ترالا، پیارا اور بے مثال ہے جو Intellectual (انٹیلیجنٹ) (دانشور) کلاس ہے جو چیزوں کے وجود کو گہرائی میں اتر کر انکی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ وہ شری رام
کو امام ہند مانتا ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو بہ اجت کرتا ہے رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو علم
کی گردن چکراتا ہے رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں رام نام ہے چاند کی اس
چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کھٹکے پھتر
چھایا بن جاتی ہے میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا مندریش انسانیت کو نہیں دیا نفرت کے مقابلہ میں محبت کے
بادل برساتے۔]

ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ اسے کسی دینی پروگرام میں بلانا یا اس کی تقریر سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

سائل

عبداللہ (ممبئی)

۷۸۶/۹۲

الجواب۔ کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے فتاویٰ رضویہ مترجم میں ہے۔ کفار کے
دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ ج ۱۳/ص ۶۲۵
لہذا ایسا شخص دائرہ اسلام سے باہر ہے اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض
ہے اس کو پروگراموں میں بلانا اس کی تقریر سننا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

اس استغاثہ کا مستفتی کوئی ”بندۂ خدا“ ہے جس کا پورا پتہ درج نہیں اور مفتی کا تو سرے سے کوئی فرضی نام بھی نہیں۔
تصدیقی دستخط کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے، نہ معلوم ان میں مفتی کون ہے؟

میری تقریر کا تھوڑا سا حصہ سوال میں نقل کر کے حکم کفر جاری کر دیا گیا ہے اور باقی ضروری حصے کو چھوڑ دیا گیا ہے، جیسے کوئی ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ“ (نماز کے قریب نہ جاؤ) سے استدلال کرے اور ”وَأَنْتُمْ مُسْکِرُونَ“ (جب کہ تم نشے میں ہو) چھوڑ دے۔

پہلے تو یہ جاننا چاہیے کہ میں نے یہ تقریر کس مقام پر، کس دور میں، اور کس بنیاد پر کی — میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔ جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور ان کی عزت و آسائش کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی مگر مزاری باپو نے اپنے ”زن کچھ“ علاقے میں بھرپور وژک کر کے امن و امان قائم رکھا، اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے مگر قتل و غارت گری تو کیا کسی کی بکیر بھی نہ ٹوٹی۔ انھوں نے ”گاندھی دھام“ گجرات میں رام کتھائی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطہ نظر کے لحاظ سے اظہار خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریری پر دو گرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینا چاہیے۔ مزاری باپو نے یہاں بائیں امن و امان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے، آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہو گا۔

ان حضرات کی تحریک پر اس علاقے اور اس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام ”رام“ کے نام سے منسوب تھا، اس لیے رام کی امن پسندی، صفائی و پاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات ہیں انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت و خون سے ہٹ کر امن و آشتی کے سایے میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔

مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آہنگ واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لیے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا۔ اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو مانتے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔

میں اپنی تقریر کا وہ ضروری حصہ یہاں نقل کرتا ہوں تاکہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

”میں نے آج اسے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، میری تاریخ اردو ادب نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جنوایا، پچھنویا، میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے ”رام“۔
ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود ہندوستان کو ناز
اہل ہنر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند
شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا زالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو انفلیکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔
رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پر اجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے، رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے پانڈی اس پانڈی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی مندیش انسانیت کو نہیں دیا، نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برساتے، انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کر دیا، بیتابی کے ساتھ ایک آہنگ وادی نے جو آہنگ کرنے کی

گنہگار تھی ہم اسے راون کے نام سے ہانتے ہیں، اس آہنگ واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔ ایک چیز ہے آہنگ واد جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے۔ ہمارا ہی ملک نہیں پورا سنا پیرت ہے۔ کسی کو آہنگ کرنا یہی تو ہے آہنگ واد۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہی ہے آہنگ وادی۔ ایسے آہنگ واد کا توڑ اور ایسے آہنگ واد کے خلاف لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔ اس لفظ جہاد کو اتنا آپو کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آہنگ کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا اسی ہتھیار کو آج آہنگ کا نام دے دیا گیا۔

جہاد نام ہے بد و جہد کا، بد یعنی شرک۔ پازینٹو سے میں بد یعنی شرک کا نام جہاد ہے، اور نیکیٹو سے میں بد یعنی شرک کا نام آہنگ واد ہے۔ اسی نیکیٹو سے میں جب بد یعنی شرک کیا تھا راون نے تو شری رام نے اس کے خلاف بد و جہد کیا تھا، انوتا کی عورت بچانے کے لیے۔ صرف سیتا جی کی عورت کا سوال نہیں تھا، قیامت کی صبح تک یہاں ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عورت کا سوال تھا جن کی عورت کے لیے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا نام نہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جاتے اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔ تو آج کی اس مجلس میں بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا، میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔"

یہ ہے صحیح اور سچی بات، جسے توڑ مروڑ کر کفر تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب ان حقائق کے پیش نظر چند باتیں جاننا چاہتا ہوں۔

۱- ایک مسلمان کے لیے ایمان سے بڑی کوئی چیز نہیں، کفر ثابت ہو تو تہجد یہ ایمان فرض جانتا ہوں لیکن کیا میری اس تقریر پر کفر کا حکم مائد ہوتا ہے جب کہ وہ تقریر شیروں پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کے خیالات کو بتاتے، دکھاتے ہوئے کی گئی ہے؟

۲- مذہب اہل سنت تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں نانو سے احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اسلام کا ہو، تب بھی اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اسے مسلمان ہی مانا جائے۔ تو عرض ہے کہ میری تقریر اسلام اور مسلمانوں کی طرف جاتی ہے یا بہر پہلو کفر و شرک کا ارتکاب کرتے نظر آتی ہے؟

۳- مجھے انٹرنیٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ فتویٰ میں فتاویٰ رضویہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ غلط ہے تو کیا واقعی ہمارے ان صغیر و کبیر علمائے فتاویٰ رضویہ کے ساتھ اس طرح کی "دیانت" کا ثبوت پیش کیا ہے؟

۴- میری تقریر کفر و شرک سے خالی ہونے کی صورت میں اسے کفر پر مشتمل ٹھہرانے بلکہ قائل کو بھی دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرانے والوں کا کیا حکم ہے؟

مجھے امید ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جو اب باصواب سے نوازیں گے۔ بینوا تو جروا

مستفتی: عبداللہ خان اعظمی

(عبید اللہ خان اعظمی)

خالص پور، اعظم گڑھ، یوپی

[۱۵ مارچ ۲۰۱۵ء]

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لادالۃ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک
وچکر کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ
رہے۔ فإن الإسلام يعلو ولا يُعلىٰ۔ (تمہید ایمان ص ۴۳، و سجان السبوح ص ۸۰)

تقریر کے اقتباس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کے خیالات کو بتاتے ہوئے انہی سے ان پر حجت قائم کی گئی ہے جو خطیب
کے زور بیان کی واضح دلیل ہے اس لیے اس تقریر سے خطیب کے ایمان پر کوئی آئج نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس کے ایمان کی نشانی
ہے کہ مجمع غیر میں جا کر انہیں کی باتوں سے ان پر حجت قائم کر دی۔

مخالف پر حجت اور الزام قائم کرنے کے لیے کوئی خلاف واقع بات بھی کہنے کی اجازت ہے، مفسرین نے خود قرآن حکیم
سے اس کا استخراج کیا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: و يجوز عند الأمة فرض الباطل مع الخصم حتى يرجع إلى
الحق من ذات نفسه، فإنه أقرب في الحجة، و أقطع للشبهة. (الجامع لأحكام القرآن لأبي عبد الله محمد بن
أحمد الأنصاري الحزرجي شمس الدين القرطبي [المتوفى: ۵۶۷ھ]، ج ۱۱، ص ۳۰۰، دار الكتب المصرية - القاهرة،
الطبعة الثانية: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴م)

اس تفصیل کے پیش نظر سوال میں تقریر کا جو اقتباس خود قائل نے نقل کیا ہے وہ کفر یا حرام نہیں بلکہ اپنے مذہب کا
دفاع ہے اور غیروں پر اقامت حجت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جیسا کہ سطور بالا سے عیاں ہے تقریر کا یہ حصہ غیروں پر اقامت حجت کے لیے ہے اس لیے اس میں ایک احتمال
بھی کفر کا نہیں۔ لہذا خطیب ہرگز ہرگز دائرۃ اسلام سے خارج نہیں، وہ مسلمان ہے، اور اس کی تقریر سنا جائز ہے۔

بلاشبہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں سو پہلو ہوں، جن میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے
ہوں اور ایک اسلام کی طرف، توجب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے کوئی کفری پہلو مراد لیا ہے اسے
مسلمان ہی مانا جائے گا اور مفتی پر واجب ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے کلام کو اسلامی پہلو ہی
پر محمول کرے۔ یعنی مفتی پر لازم ہے کہ پہلے یہ دیکھے کہ ایک مسلمان کے کلام میں اگر کوئی پہلو کفر کا نکلتا ہے تو کوئی پہلو اسلام
کا بھی نکلتا ہے یا نہیں؟ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلم کے کلام میں ننانوے پہلو اسلام کے ہوں اور ایک احتمال کفر کا ہو، اسی کفری
احتمال کو لے کر مفتی اچھے خاصے مسلمان پر کفری حکم چسپاں کر دے اور ظلم صریح کا مرتکب ہو بلکہ تکفیر مسلم کی بلا میں گرفتار ہو کر
خود اپنے اوپر حکم کفر لوٹالے۔ یہ مضمون تمہید ایمان، شرح فقہ اکبر اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ہاں میں نے فتاویٰ رضویہ مترجم و غیر مترجم دونوں میں اس مقام پر وہ عبارت تلاش کرنے کی کوشش کی مگر نہ ملی،
یہاں فتاویٰ رضویہ کا حوالہ غلط دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تکفیر مسلم بڑا دشوار اور خطرناک معاملہ ہے۔ اس کے لیے مفتی پر لازم ہے کہ ذاتی رجحان اور بغض و عداوت، اسی طرح کسی کی بے جا حمایت و عصبیت سے بالاتر ہو کر بڑی دیانت و امانت اور وقتِ نظر سے غور کرے کہ کلامِ قائل کا ظاہر اسلام کی طرف جاتا ہے یا کفر کی طرف؟ بر تقدیر ثانی اس میں کسی تاویل اور اسلامی پہلو کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر مفتی پر یہ امر واضح نہ ہو تو دوسرے دقیق النظر اور وسیع العلم حضرات سے دریافت کرے اور قائل اگر زندہ ہے تو اس سے بھی پوچھے تاکہ وہ خود اپنی مراد یا اپنے کلام کی معقول توجیہ (اگر ہو تو) پیش کر سکے۔

اسی طرح فتوے تکفیر کے لیے قلم اٹھانے والے کو درج ذیل امور کا علم ہونا بھی ضروری ہے:

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں: "اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے۔ اور قائل کو کافر مان لینا اور

بات۔" دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس سے مفتی کو باخبر ہونا چاہیے۔

(ب) لزوم کفر اور التزام کفر کے مواقع اور دونوں میں فرق، کفر فقہی اور کفر کلامی کا فرق

(ج) تاویل قریب، تاویل بعید، تاویل متعذر کی معرفت اور فقہاء متکلمین کے نزدیک ان کے مراتب اعتبار و عدم اعتبار

(د) شبہ فی الکلام، شبہ فی التکلم، شبہ فی التکلم سے آگاہی

(ه) صریح و کنایہ پھر صریح متعین و صریح متین سے واقفیت اور فقہاء متکلمین کے نزدیک ان کے احکام

(و) کافر کی تعظیم و تعریف اور اس طرح کے دیگر امور کس صورت میں کفر ہیں، کس صورت میں حرام و ناجائز ہیں، کس

صورت میں حرام و ناجائز بھی نہیں، ان سب کو جاننا ضروری ہے۔

بطور مثال یہ چند باتیں ذکر کی گئی ہیں مختصر یہ کہ جو اصولِ افت اور اصولِ تکفیر سے پوری طرح آشنا اور ان پر اچھی طرح کاربند

ہو اسی کو تکفیر جیسے اہم امر میں حکم دینے کا حق ہے ورنہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد کا مصداق ہے:

أَجْرُكُمْ عَلَى الْفِتْيَا أَجْرُكُمْ عَلَى النَّارِ - تم میں جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرات

رکھتا ہے۔ رواہ الدارمی

اور جو شخص بے وجہ روشن کسی مسلمان کی تکفیر پر جسارت کرتا ہے اس کی تنبیہ کے لیے درج ذیل احادیث کافی ہیں:

① أَيْمًا امْرَأٌ قَالَتْ لَأُخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا ، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعْتَ عَلَيْهِ.

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقتہً کافر تھا جب تو خیر، ورنہ

یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلے گا۔ رواہ الأئمة مالك و أحمد و البخاري و مسلم و أبو داؤد و الترمذي عن عبد

الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما - واللفظ لمسلم -

② إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لَأُخِيهِ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا - جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "یا کافر"

کہے تو ان دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بے شک ہوگا۔ رواہ الإمام البخاري في صحيحه عن أبي هريرة

رضي الله تعالى عنه.

③ لَيْسَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللَّهِ ، وَ لَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارٌّ عَلَيْهِ - و لا یري رجل

رجلا بالفسق و لا یرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم یکن صاحبه كذلك - جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے

اور وہ ایسا نہ ہو، یہ کہنا ہی پر پلٹ آئے۔ اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر اٹھا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہو۔ رواہ الإمام أحمد والبخاری و مسلم عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه - و ما نقلت مختصر -

(۴) ما أكفر رجل رجلا قط إلا باء بها أحدهما، إن كان كافراً، وإلا ككفر بتكفيره - یعنی کبھی ایسا نہ ہو کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پائیں بلکہ یہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی، اگر وہ کافر تھا تو یہ سچ گیا، ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔ رواہ الإمام ابن حبان في صحيحه المسمى بالتقاسيم و الأنواع بسند صحيح عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه.

امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ احادیث مع دیگر تفصیلات اپنے رسالہ "النہی الاکید" میں ذکر فرمائی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتب محمد ذوالفقار الدین الرضوی

رئيس قسم الافتاء بالجامعة الأشرفية، مبارك فور
۳۹ جہادی الاوقاف سنہ ۱۴۳۶ھ - ۲۱ مارچ ۲۰۱۵ء



الجواب صحیح (۱) محمد ذوالفقار الدین الرضوی

الجواب صحیح محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
یکم جہادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ / ۲۲ مارچ ۲۰۱۵ء

بانی و صدر دارالعلوم دہلی
الجواب صحیح - محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح - عبدالحق رضوی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح - نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
الجواب صحیح - محمد مسعود احمد بریلوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح والافتاء محمد علی محمد صاحب دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ناظم حجہ
الجواب صحیح والافتاء محمد علی محمد صاحب دارالافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور ناظم حجہ
الجواب صحیح: زاہد علی صاحب مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح: محمد صدیق قادری خادم تدریس جامعہ اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح: محمد عبدالمبین نعمانی قادری مدیر دارالعلوم قادریہ جہانپور منور